# آزاد کشمیر میں قادیانیوں کے غیر مسلم قرار دیے جانے کی آئینی جدوجہد

# Constitutional Struggle in Azad Kashmir to declare *Qādiānīs* as non-Muslims

*Dr. Muhammad Irfan
**Dr. Hamid Farooq Bukhari

## Abstract

Muslim faith stipulates that Prophet Muhammad (ﷺ) is the last Prophet and his Prophet-hood will not devolve to anyone till the Day of Judgment. Despite this, false claimants to Prophet-hood kept coming but were rejected by the Muslim Community and kept getting consigned to the dustbin of history. One of those claimants was *Mirzā Ghulām Ahmad Qādiānī* who claimed to be a Prophet in 1901 in British India. All the major Muslim schools of thought and sects of the region concurred that *Qādiānī* and his followers were not part of the Muslim *Ummah*. So it was continuously demanded to declare *Qādiānī* and his followers as Non-Muslim. In Pakistan they were declared as non-Muslims in 1974. This article summarizes the legal and constitutional struggle to get *Qādiānīs* declared as non-Muslims in Azad Kashmir, which ended in declaring them non-Muslims in 2018.

**Keywords:** Azad Kashmir, Constitution, *Qādiānīs*, non-Muslims

اسلام کی اساس عقیدہ توحید وآخرت کے علاوہ جس بنیادی عقیدہ پر ہے وہ یہ کہ حضرت محمد ﷺ پر نبوت ورسالت کے سلسلے کی تکمیل ہو گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اس عقیدے کو چیلنج کرنے والے کسی فرد اور گروہ کو کبھی اپنی صفوں میں شامل نہیں رہنے دیا۔ عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں مسیلمہ کذاب ،اسود عنسی، طلیحہ اسدی اور سجاح بنت حارث نامی خاتون نے نبوت کا دعوی کیا۔ اسود عنسی کو دورِ نبوی کے آخری ایام میں فیروز رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔[1] جب کہ باقی مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے حضرت ابو بکر صدیق نے صحابہ کرام کی اجتماعی رائے سے جہاد

* Assistant Professor of Islamic Studies, Govt. Islamia College, Chiniot

** Lecturer in Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

[1] الذہبی، تاریخ اسلام (بیروت: دارالغرب الاسلامی، 2003)، 2: 11۔

کیا۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب جنگ یمامہ میں وحشی بن حرب کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔[2] طلیحہ اسدی اور سجاح بنت حارث کے خلاف بھی لشکر کشی کی گئی، مگر یہ دونوں بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ طلیحہ نے دور فاروقی میں اپنے اس غلط عقیدے سے رجوع کر لیا۔ حضرت عمر فاروق نے اسے معافی دے دی۔ انھوں نے ایک اچھے مسلمان کی حیثیت سے باقی زندگی بسر کی۔[3] جب کہ سجاح بنت حارث حضرت امیر معاویہ کے عہد میں اپنے اس عقیدہ سے تائب ہو گئیں اور عابدہ، زاہدہ خاتون کی حیثیت سے باقی زندگی بسر کی۔[4] یوں رفتہ رفتہ دور اولین کے مدعیان نبوت کے گروہ ختم ہو گئے۔ عصر حاضر میں بھی دنیا کے مختلف ممالک میں مدعیان نبوت کے متعدد گروہ موجود ہیں۔ ان میں ایران کے بہائی بہاء اللہ شیرازی کی نبوت کی بات کرتے ہیں. بلوچستان کا ذکری فرقہ ملا نور محمد مہدی کی نبوت پر ایمان رکھتا ہے۔ امریکہ میں " نیشن آف اسلام " کے پیروکار آلیج محمد کی نبوت کے علمبردار ہیں، جو لوئیس فرحان کی قیادت میں کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح برصغیر اور دنیا کے دیگر ممالک میں قادیانی مذہب کے پیروکار مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا پرچار کر رہے ہیں۔[5]

قادیانیت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بانی مرزا غلام احمد نے ابتدا ایک مبلغ اور مناظر کے طور پر کی تھی۔[6] انھوں نے عیسائی پادریوں اور آریہ سماج پنڈتوں کے جواب میں اسلام کی صداقت پر سیکڑوں دلائل دینے کا دعوی کیا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک ضخیم کتاب کی تصنیف کا ارادہ کیا۔ انھوں نے اس کا نام "براہین احمدیہ" رکھا۔ مرزا صاحب نے ہندوستان کے اہل علم سے اس کتاب کے موضوع کے سلسلے میں خط کتابت کی اور عوام سے مالی مدد کی اپیل کی۔ اس کتاب کی پہلی چار جلدیں 1880ء سے 1884ء تک لکھی گئیں۔ کتاب کا آخری حصہ 1905ء میں شائع ہوا۔ مرزا صاحب نے اس عرصہ میں کئی دعوے کیے۔ مثلاً مصلح، مجدد، محدث، مسیح موعود، ظلی نبی، بروزی نبی اور آخر کار 1901ء میں نبوت کا دعوی کر دیا۔ ان کے رسائل کا مجموعہ اربعین نئی نبوت کے اعلانات سے بھرا ہوا ہے۔ اس طرح مرزا صاحب نے مسلم امہ کی نمائندگی کرنے کے بجائے اس کے بلمقابل ایک نئی امت کھڑی کر دی، جس کی اطاعت کا مرکز مرزا صاحب کی ذات تھی۔ مرزا صاحب نے یہ سب دعوے بیک وقت نہیں کیے بلکہ سب سے پہلے مناظر اسلام پھر مجدد اور ملہم من اللہ ہونے کا دعوی کیا۔ تدریجاً ظلی، بروزی، مجازی، حقیقی نبی اور صاحبِ شریعت

---

[2] ابو نعیم لاصبھانی، معرفتہ الصحابہ (بیروت: دار العلم، س ن)، 19: 88۔

[3] ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب (بیروت: دار العلم، 2008)، 1: 234۔

[4] الزرکلی، الاعلام (بیروت: دار العلم، 2002)، 3: 78۔

[5] مدعیان نبوت پر ایک مستقل کتاب مولانا ابو القاسم محمد رفیق دلاوری کی ہے۔ اس کتاب کا نام "آئمہ تلبیس" ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ تحفظ ختم نبوت پاکستان نے چھاپی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے تقریباً دو سو سے زیادہ منکرین ختم نبوت کا احاطہ کیا ہے۔

[6] سید ابو الحسن علی ندوی، قادیانیت۔ مطالعہ و جائزہ (کراچی نمبر 18: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 38۔

ہونے کے دعوے کیے۔ مرزا صاحب کے ان دعووں کا ان کی زندگی میں بر صغیر کے تمام مسالک کے علما نے نوٹس لیا اور انھیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ مرزا صاحب کی زندگی میں جن مشاہیر علما نے قادیانیت کا شرعی محاکمہ کیا ان میں علمائے لدھیانہ، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور پیر مہر علی شاہ، وغیرہ شامل ہیں۔

1908ء میں مرزا غلام احمد کا انتقال ہو گیا تو حکیم نورالدین بھیروی قادیانی جماعت کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ حکیم صاحب ریاست کشمیر میں مہاراجہ جموں کے طبیب خاص کی حیثیت سے ملازمت کرتے رہے. انھوں نے ایک عرصہ تک جموں، پونچھ اور کشمیر کے والیان ریاست کی خدمت کی۔[7] انھوں نے اپنی طبّی مہارت اور علم و ذکاوت سے ریاست میں بڑا اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا۔[8] بعد ازاں انھیں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دور میں برطانوی حکومت کی جاسوسی کے الزام میں کشمیر سے نکال دیا گیا۔[9] یہ واقعہ 1893 یا 1894 کا ہے ۔[10] قادیانیت کی تاریخ میں اہمیت و مرکزیت کے لحاظ سے مرزا صاحب کے بعد حکیم نورالدین بھیروی کا درجہ ہے ۔ قادیانی جماعت نے انھیں نور الدین اعظم کا خطاب دیا ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ حکیم صاحب اس مذہب میں دماغ کا درجہ رکھتے ہیں اور اس تحریک و نظام کا علمی و فکری سر چشمہ ان کی ذات ہے ۔[11] 26 مئی 1908ء تا 13 مارچ 1914ء تک حکیم نورالدین قادیانی تحریک کے سربراہ رہے۔ حکیم صاحب کی وفات (13 مارچ 1914ء) پر جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک گروہ نے مولوی محمد علی (ایڈیٹر ریویو آف ریلجنز) کی جانشینی کی حمایت کی (یہ گروہ لاہوری گروپ کہلاتا ہے) جب کہ دوسرے گروہ نے جو اکثریت میں تھا، بانی مذہب کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کو سربراہ منتخب کرلیا۔ (یہ گروہ قادیانی گروپ کہلاتا ہے)۔ قادیانیت کی اس شاخ نے جس کا مرکز قادیان اور اب چناب نگر (ربوہ) ہے، مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت کے عقیدہ کو اپنی جماعت اور مذہب کی بنیاد بنایا اور وہ اس عقیدہ پر قائم ہیں۔[12] مرزا محمود نصف صدی قادیانی جماعت کے سربراہ رہے ۔ ان کی کوشش تھی کہ بر صغیر میں قادیانیوں کا ایک مضبوط مرکز قائم کر جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے عمر بھر برطانوی حکومت کے مقاصد کی تکمیل کے لیے جدوجہد کی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران انھوں

---

[7] ندوی، قادیانیت، 29۔

[8] ندوی، قادیانیت، 29۔

[9] بشیر احمد، اقبال اور قادیانیت، تحقیق کے نئے زاویے (راولپنڈی: مجلس علم و دانش، 2005)، 109۔

[10] صاحبزادہ طارق محمود، قادیانیت کا سیاسی تجزیہ (ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)، 706۔

[11] ندوی، قادیانیت، 26۔

[12] مولانا اللہ وسایا، قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، س ن)، 3/1527-1533۔

نے انگریزوں کے ساتھ ہر قسم کی معاونت کی۔ جنگ میں ترکوں کو شکست ہو گئی اور بغداد پر قبضہ ہو گیا، تو قادیان میں اس فتح پر جشن منایا گیا۔[13] ہندوستان اور دیگر مسلمان ممالک میں نوآبادیاتی نظام کے خلاف اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں کے ساتھ انھیں کوئی ہمدردی یا تعلق نہیں تھا۔ انھوں نے ترکی کے مسئلے پر مسلمانوں کے احتجاج میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی اس خیال کو ملحوظ خاطر رکھا کہ مسلمانوں کے جذبات واحساسات کا خیال رکھا جائے، بلکہ کھلے طور پر تسلیم کیا کہ سلطان ترکی سے ان کی کوئی مذہبی اور روحانی وفاداری اور بیعت نہیں۔ تحریک خلافت اور عدم تعاون کی تحریک میں وہ مکمل طور پر برطانیہ کے حامی رہے۔ جب کبھی ہندوستان میں کوئی سیاسی بحران پیدا ہوا یا انگریز کے خلاف تحریک ابھری، انھوں نے برطانوی حکومت کی مدح و ستائش میں وسیع پیمانہ پر لڑیچر شائع کیا۔ ہر نئے وائسرائے ہند اور پنجاب کے نئے گورنر کو خطبہ استقبالیہ دینے اور برطانوی حکومت کے لئے اپنی انتہائی ہمدردی کے اظہار میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔[14]

## کشمیر میں قادیانیت کے فروغ کے لیے مرزا محمود کی کاوشیں

مرزا محمود کی دلچسپی کے میدانوں میں ہندوستان، ریاست جموں و کشمیر اور دیگر ممالک میں دعوتی مشنز کا قیام خصوصی توجہ کا حامل تھا۔ انھوں نے قادیانیت کی دعوتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے اپنی جماعت کو پانچ ذیلی تنظیموں میں تقسیم کر دیا۔ خواتین کی ایک انجمن بنائی جسے لجنہ اماء اللہ کہا جاتا ہے جو 1922ء میں قائم ہوئی اور ایک تنظیم نوجوان لڑکیوں کی ہے جسے "ناصرات الاحمدیہ" کا نام دیا جاتا ہے۔ مرد ارکان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے "اطفال الاحمدیہ" جن کی عمریں نو سال اور پندرہ سال کے درمیان ہوتی ہیں۔ "خدام الاحمدیہ" جن کی عمریں پندرہ سال سے چالیس سال کے درمیان ہوتی ہیں اور "انصاراللہ" جن کی عمریں چالیس سال سے زائد ہوتی ہیں۔[15] کشمیر میں قادیانی جماعت ایک عرصے سے خصوصی توجہ دے رہی تھی۔ مرزا محمود نے کشمیر کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے 1909، 1921 اور 1931 میں تین سفر کیے۔ انھوں نے ان اسفار کے دوران کشمیریوں کے حالات کا مشاہدہ کیا۔ کشمیر میں پچاس ہزار احمدی تھے، وہاں کی جماعت کو قریب سے دیکھا۔ سکھ حکومت کے عہد میں امام دین گورنر ان کے دادا مرزا غلام مرتضی کو بطور مددگار کشمیر لے گئے تھے۔ حکیم نورالدین کشمیر میں شاہی طبیب تھے۔ مہاراجہ ہری سنگھ ڈوگرہ کے باپ امر سنگھ اور چچا رام سنگھ ان سے قرآن پڑھنا چاہتے تھے، اس لیے ان کو کشمیر سے نکالا گیا۔[16]

## آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور مرزا بشیر الدین محمود کا کردار

---

[13] وسایا، قومی اسمبلی، 4/1963۔

[14] وسایا، قومی اسمبلی، 4/1986۔

[15] مبشر احمد خالد، جماعت احمدیہ کا تعارف (ربوہ: ضیاالاسلام پریس، 2011)، 440- 447۔

[16] بشیر احمد، اقبال اور قادیانیت، 109۔

1931ء میں مہاراجہ کشمیر نے کشمیری مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو وادی میں بغاوت کی چنگاری سلگ اٹھی۔ مسلمانان کشمیر کی دادرسی کے لیے 25 جولائی 1931ء کو مسلمان رہنما شملہ میں اکٹھے ہوئے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی، مگر بدقسمتی سے کشمیر کمیٹی کا صدر مرزا بشیر الدین محمود قادیانی اور جنرل سیکرٹری عبدالرحیم درد قادیانی کو منتخب کیا گیا۔ کمیٹی کے دیگر اراکین نواب ذوالفقار علی خان، ڈاکٹر علامہ اقبال، نواب ابراہیم علی خان، خواجہ حسن نظامی، خان بہادر رحیم بخش، سید محسن علی شاہ، مولانا محمد اسمٰعیل غزنوی، مولانا سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" اور خان بہادر مولوی نورالحق ایڈیٹر "مسلم آوٹ لک" لاہور تھے۔[17] مرزا بشیر الدین کی صدارت کے زمانے میں قادیانیوں نے اپنی پوری توجہ کشمیر کی طرف مبذول کر لی۔ کشمیر کے طول و عرض میں قادیانیت کی تبلیغ کی 70 مراکز قائم کیے گئے۔ مرزا محمود نے اہل کشمیر کو یہ تاثر دینے کی پوری پوری کوشش کی کہ مسلمان اکابرین نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس دوران قادیانی جماعت نے انتہائی عجلت میں اپنے مبلغین کو جموں و کشمیر کے طول و عرض میں پھیلانا شروع کر دیا تاکہ وہ ریاست کے عوام کو اپنے خود ساختہ نبی کا حلقہ بنانا شروع کر دیں۔ یہ مہم کافی کامیاب رہی۔[18] کشمیر کے دینی حلقے بھی اس ساری سازش سے آگاہ ہو چکے تھے۔ معروف کشمیری رہنما میر واعظ یوسف شاہ صاحب نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ قادیانیوں نے جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے ان کا بنیادی مقصد ہماری مدد کرنا نہیں بلکہ ہماری مظلومیت اور محکومی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ریاست میں قادیانیت کو فروغ دینا ہے تاکہ مستقبل میں یہاں اقتدار حاصل کر سکیں۔[19] علامہ اقبال بھی اس بات کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ قادیانی بڑی عیاری سے کشمیر کمیٹی کے پلیٹ فارم کو اپنے جماعتی اغراض و مقاصد کی تکمیل کی لیے استعمال کر رہے ہیں۔[20] علامہ صاحب کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ کشمیر کمیٹی کے صدر بشیر الدین محمود اور سیکرٹری عبدالرحیم دونوں وائسرائے اور اعلیٰ برطانوی حکام کو خفیہ اطلاعات پہنچانے کا کام کرتے ہیں۔[21]

### مجلس احرار اور علامہ اقبال

اب تک قادیانیت کا شرعی محاکمہ کیا جاتا رہا۔ اس کے سیاسی کردار کا کم ہی نوٹس لیا گیا۔ برصغیر اور ریاست کشمیر میں مرزا محمود کی سیاسی اور تبلیغی سرگرمیوں کی بنا پر علامہ انور شاہ کاشمیری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی مجلس احرار اسلام اور کشمیر کمیٹی کے ممبر علامہ محمد اقبال نے قادیانیت کے سیاسی کردار کے مضمرات کا بغور جائزہ لیا۔ مجلس احرار اسلام

---

[17] جانباز مرزا، کاروان احرار (لاہور: مکتبہ تبصرہ، 1975)، 1: 181۔

[18] قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2002)، 370۔

[19] طارق محمود، قادیانیت کا سیاسی تجزیہ، 706۔

[20] بشیر احمد، اقبال اور قادیانیت، 113۔

[21] عبداللہ ملک، پنجاب کی سیاسی تحریکیں (لاہور: کوثر پبلی شرز، 1973)، 210۔

1931ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کے رہنماوں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حبیب الرحمان لدھیانوی اور ماسٹر تاج دین انصاری وغیرہ نے اعلان کیا کہ کشمیر کمیٹی پر قادیانیوں نے تسلط جما رکھا ہے۔ وہ کشمیری مسلمانوں کی امداد کے نام پر اپنے اور برطانوی سامراج کے سیاسی مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔[22] مجلس احرار کے رہنما کشمیر کمیٹی پر قادیانیوں کے تسلط کو بتیس لاکھ کشمیری مسلمانوں کے حق میں سراسر نقصان دہ جانتے تھے۔ کیونکہ انھیں یقین کامل تھا کہ قادیانی کشمیری مسلمانوں کی امداد کے نام پر قادیانیت کی تبلیغ کے خواہاں ہیں۔ لہٰذا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق اور مولانا داؤد غزنوی پر مشتمل احرار رہنماؤں کے ایک وفد نے 8 اگست 1931ء کو علامہ محمد اقبال سے ملاقات کی۔ اراکینِ وفد نے علامہ اقبال سے کہا کہ کیا آپ نے بھی قادیانی قیادت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اگر آپ کی دیکھا دیکھی کشمیر کے بتیس لاکھ مسلمان قادیانی ہو گئے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ مجرم ہوں گے۔ نیز قادیانی دوسرے مسلمانوں پر بھی گمراہ کن اثر کریں گے۔ لہٰذا آپ ان سے علیحدگی کا اعلان کریں۔23 احرار رہنماوں سے ملاقات اور علامہ انور شاہ کشمیری سے خط کتابت کے نتیجہ میں علامہ اقبال کو قادیانی جماعت کے مذہبی و سیاسی کردار اور ریاست کشمیر میں ان کی دلچسپی جیسے امور پر غور کرنے میں مزید رہنمائی مل گئی۔

**مرزا محمود کا کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ اور علامہ اقبال کی عارضی صدارت**

1933ء میں پنجاب کے مسلم رہنماؤں نے کمیٹی کی سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد مطالبہ کیا کہ کمیٹی کا دستور تیار کیا جائے تاکہ وہ کسی ضابطے کے تحت کام کرے اور قادیانی اپنی من مانی نہ کر سکیں۔ دوسرے اس کا غیر قادیانی صدر منتخب کیا جائے۔ 6 مئی 1933ء کو مسلم اراکین کمیٹی نے ایک خصوصی اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا۔ مرزا محمود اس تجویز سے سخت برہم ہوئے، انھوں نے جان لیا کہ ان کی صدارت خطرے میں ہے اور آئندہ کمیٹی کو اپنے جماعتی مفاد کے لئے استعمال نہیں کر سکیں گے۔ 7 مئی کو سیسل ہوٹل لاہور میں کشمیر کمیٹی کا اجلاس ہوا، مرزا محمود نے بدلتے حالات کے پیش نظر استعفےٰ دے دیا۔ ان کو معلوم تھا کہ ممبروں کی بھاری اکثریت ان کے خلاف ہے۔ علامہ اقبال قائم مقام صدر مقرر ہوئے۔[24] قادیان میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور علامہ اقبال کی کردار کشی کا آغاز کر دیا گیا۔ قادیانیوں نے الزام لگایا کہ علامہ اقبال ہی نے دو سال قبل مرزا محمود کو اصرار کر کے صدر بنایا تھا اور اب خود صدر بن بیٹھا ہے۔ صدارت چھن جانے کے بعد مرزا محمود کی کشمیریوں سے ہمدردیاں سرد پڑ گئیں۔ انھوں نے قادیانی وکلا کو حکم دیا کہ وہ کشمیریوں کے مقدمات کی پیروی بند کر دیں اور کمیٹی کی کسی قسم کی سرگرمی میں حصہ نہ لیں۔ یہ ان کی مفاد پرستی کی بین دلیل

---

[22] بشیر احمد، اقبال اور قادیانیت، 113۔

[23] مرزا، کاروان احرار، 182۔

[24] محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، (لاہور: اقبال اکاڈمی، 1977)، 421۔

تھی۔[25] علامہ اقبال نے کشمیر کمیٹی کی صدارت کے دوران کشمیریوں کی ہر ممکن مدد کی۔ ان کے مقدمات کی پیروی کے لئے وکلا کشمیر بھیجے اور فنڈ جمع کیے۔ لیکن مرزا محمود کی سازشوں، کشمیر اور پنجاب میں سرگرم قادیان نواز عناصر کی چالوں، قادیانیوں کے کشمیر کمیٹی سے مکمل طور پر عدم تعاون، مالی وسائل کی کمی، حکومت پنجاب کی ناپسندیدگی اور سر فضل حسین کی سیاسی حکمت عملی کے نتیجے میں 20 جون 1933ء کو علامہ اقبال نے مجبوراً کشمیر کمیٹی سے استعفے دے دیا۔[26]

## کشمیر کمیٹی کی تحلیل

20 جون 1933ء کو کمیٹی سے استعفی دیتے وقت اقبال نے بیان دیا، جس میں قادیانیوں کے رویے، کشمیر کمیٹی کو دولخت کرنے کی سازش اور کمیٹی سے عدم تعاون پر افسوس کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقے کے امیر کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔[27] مرزا محمود کا حکم مانتے ہیں اور ان کے کہنے پر کام کرتے ہیں۔ ان کو کشمیریوں سے حقیقی ہمدردی نہیں ہے۔[28] کشمیر کمیٹی کی تحلیل کے بعد قادیانی حضرات نے تحریک کشمیر کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنا چاہا، اور اس کی صدارت کے لئے ڈاکٹر علامہ اقبال سے خواہش کی، لیکن ڈاکٹر صاحب اب قادیانی تحریک کے سخت مخالف بن چکے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کشمیر کے نام سے قادیانی حضرات اپنے عقائد کی نشرواشاعت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔[29] علامہ اقبال نے 3 اکتوبر 1933 کو ایک بیان میں کہا اس کمیٹی کا اصل مقصد کسی مخصوص جماعت کا پروپیگنڈا کرنا ہے۔[30] قادیانیوں نے سر فضل حسین، دوسرے لفظوں میں برطانیہ کے اشارے پر کشمیر کی سیاست میں حصہ لیا۔ وہ کشمیر میں قادیانی بیس قائم کرنا چاہتے تھے، تاکہ مستقبل میں اس جغرافیائی لحاظ سے اہم خطے میں انگریز کے سیاسی مفادات کے لئے کام کر سکیں۔ ان کے لیے کشمیر کی مکمل آبادی کو قادیانی بنانا ممکن نہ تھا، لیکن ان کی غربت، دین کی کم واقفیت اور دیگر مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر انھیں قادیانیت کا ہمنوا بنانا ممکن تھا۔ کشمیر کمیٹی کے پلیٹ فارم کو قادیانیت کی تشہیر، کشمیری رہنماؤں کو ہارس ٹریڈنگ میں مبتلا کرنے، سامراجی پالیسوں کی تکمیل اور مرزا محمود کے سیاسی قد کاٹھ میں اضافے کے لئے استعمال کیا گیا۔ علامہ اقبال کی دور اندیشی اور احرار کی بروقت تحریک نے قادیانی عزائم کو بے نقاب کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یوں قادیانی اس کمیٹی سے پوری طرح وہ نتائج حاصل نہ کر سکے، جو ان کے پیش نظر تھے۔ البتہ اس تحریک کی بدولت

---

[25] بشیر احمد، اقبال اور قادیانیت، 116۔

[26] بشیر احمد، اقبال اور قادیانیت، 118۔

[27] لطیف احمد خان شروانی، مرتب؛ حرف اقبال (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیوسٹی، 1984)، 193۔

[28] بشیر احمد، اقبال اور قادیانیت، 119۔

[29] محمد احمد، اقبال کا سیاسی کارنامہ، 421-422۔

[30] شروانی، حرف اقبال، 196۔

انھوں نے کشمیری رہنماؤں سے براہ راست روابط قائم کر لئے اور امداد دے کر انھیں اپنا ممنون احسان بنالیا۔ یوں ان کے لئے ریاست میں تبلیغ کرنا آسان ہو گیا۔ انھوں نے اپنی سرگرمیوں کے لیے کشمیر کو بیس بنالیا اور ریاست کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کے خواب دیکھنے لگے۔[31]

## پاکستان کی حد بندی اور مسئلہ کشمیر میں قادیانی جماعت کا کردار

برصغیر کی آزادی کے بعد ریاستوں کے بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کا معاملہ خصوصی اہمیت کا حامل ہو گیا۔ اس وقت ہندوستان میں موجود چھ سو سے زائد ریاستوں کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کر سکتی ہیں۔ دوسری ریاستوں کے برعکس ریاست کشمیر میں قیام پاکستان سے قبل 19 جولائی 1947ء کو سرینگر کے مقام پر ریاست کے مسلمانوں کی نمائندہ اور ترجمان جماعت آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس نے پاکستان کے ساتھ الحاق کی قرارداد منظور کرلی، بلکہ پاکستان بننے سے پہلے ہی الحاق پاکستان کے لئے ایک عوامی تحریک چل پڑی۔[32] قادیانی جماعت تقسیم برصغیر کی مخالف تھی، لیکن جب مخالفت کے باوجود تقسیم ہو گئی تو پنجاب کی سرحدات کے تعین کے لئے حد بندی کمیشن کے سامنے قادیانی جماعت کے نمایندے نے ضلع گورداسپور کے بارے میں مسلمانوں کے موقف کو نقصان پہنچایا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حد بندی کمیشن جن دنوں بھارت اور پاکستان کی حدبندی کی تفصیلات طے کر رہا تھا، کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندے اپنے اپنے دعوے اور دلائل پیش کر رہے تھے۔ اس موقع پر قادیانی جماعت نے باونڈری کمیشن کے سامنے اپنا الگ محضر نامہ پیش کیا اور اپنے لئے الگ موقف اختیار کرتے ہوئے قادیان کو ویٹی کن سٹی قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ اس محضر نامہ میں اپنی تعداد، اپنے علیحدہ مذہب، اپنے فوجی اور سول ملازمین کی کیفیت اور دوسری تفصیلات درج کیں۔ نتیجہ یہ ہوا، قادیانیوں کا مطالبہ تو تسلیم نہ کیا گیا البتہ کمیشن نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے خارج کرکے گورداس پور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس کے اہم ترین علاقے بھارت کے حوالے کر دیے اور اس طرح بھارت کو کشمیر پر قبضہ کی راہ مل گئی۔ بالاختصار یہ کہ اگر گورداس پور کا ضلع بھارت کو نہ دیا جاتا تو بھارت کی سرحد کسی جگہ سے بھی کشمیر سے نہ ملتی اور یہ مسئلہ پیدا نہ ہوتا۔[33] ریاست جموں و کشمیر میں ڈوگرہ حکومت نے عوامی خواہشات کے برعکس ریاست کا الحاق بھارت کے ساتھ کر دیا۔ کشمیر کی آزادی کے لئے 15 ماہ مسلح جدوجہد جاری رہی جس کے نتیجہ میں 32 ہزار مربع میل ریاست آزاد ہوئی جس کو آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کہتے ہیں۔ یہ اصل آزاد کشمیر گورنمنٹ 24 اکتوبر 1947ء کے روز قائم ہوئی تھی، لیکن جہاد کا رنگ اور رخ بھانپ کر غلام نبی گلکار نامی جموں و کشمیر کے قادیانی

[31] ماہنامہ الفرقان خصوصی نمبر، (آزاد کشمیر: مظفر آباد)، 18۔

[32] سردار عبدالقیوم خان، مقدمہ کشمیر، (لاہور: جنگ پبلی شرز، 1987)، 48۔

[33] مفتی تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق، قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف (کراچی: ادارۃ المعارف، 2005)، 201۔؛ خان، مقدمہ کشمیر، 48۔

جماعت کے رکن نے 4 اکتوبر کو اپنی صدارت میں آزاد جمہوریہ کشمیر کے قیام کا اعلان کر دیا۔ سردار عبد القیوم کی رائے میں قادیانی حضرات چونکہ ریاست میں بہت عرصے سے ایک قادیانی ریاست بنانا چاہتے تھے، انھوں نے اس موقع کا فائدہ اٹھایا اور اس کا اعلان کروایا۔[34]

## جنگ کشمیر 1948 اور قادیانی فرقان بٹالین

قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں کشمیر کی وجہ سے پاک بھارت جنگ ہوئی تو قادیانی جماعت نے فرقان بٹالین کے نام سے ایک فورس تیار کی جو جموں کے محاذ پر متعین کی گئی۔اس سے پہلے اپنی تاریخ میں قادیانیوں کو مسلمانوں کے کسی ابتلا میں حصہ لینے کی توفیق نہیں ہوئی تھی۔فرقان فورس نے کشمیر کی اس جنگ کے دوران بھارت کے لئے جاسوسی کی خدمات سرانجام دیں جو اسکیم بنتی، جہاں مجاہدین مورچہ بناتے دشمن کو پتہ چل جاتا۔ بعض کشمیری رہنماوں نے فرقان فورس کے بارے میں اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔[35] کشمیر کے سلسلے میں فرقان فورس کا یہ تو ضمنی تذکرہ تھا۔اصل مسئلہ اور قابل غور معاملہ یہ ہے کہ پاک بھارت جنگ کے ہر موقع پر کشمیر و قادیان سے ملحق سرحدات کی کمان عموما قادیانی جرنیلوں کے ہاتھ میں رہی۔[36] 1965ء کی جنگ سے پہلے اور اس کے بعد بھی صدر ایوب کے دور میں سر ظفر اللہ خان اور دوسرے قادیانی عمائدین کی طرف سے کشمیر پر چڑھائی اور اس کے لئے موزوں وقت کی نشاندہی کے پیغامات اور ریاست جموں و کشمیر کی فتح و نصرت احمدیت کے ہاتھوں ہوگی، کی بشارتیں کیوں دی جاتی رہیں؟[37]

## قرارداد میجر محمد ایوب خان

برصغیر کے تمام مسالک کے علما کی طرف سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فتاوی، 1931ء کی تحریک آزادی کشمیر اور 1948ء سے 1965ء کی پاک بھارت جنگ تک کشمیری مسلمانوں کے خلاف قادیانی جماعت کے اقدامات اور کشمیر میں قادیانی حکومت قائم کرنے کے عزائم پر غور وفکر کرنے کے بعد آزاد کشمیر کی قومی اسمبلی نے سب سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کا اعلان کر دیا۔ یہ قرارداد 29 اپریل 1973ء کو آزاد کشمیر اسمبلی کے رکن میجر محمد ایوب نے اسمبلی میں پیش کی جو متفقہ طور پر بغیر کسی مخالفت کے پاس ہو گئی۔قرارداد کا متن یہ ہے: آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر اسلامی حکومت ہونے کے علاوہ ایکٹ 1970ء کی رو سے قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی قوانین وضع کرنے کی پابند ہے۔ 1972ء کے سرمائی اجلاس میں ایک قراراد کے ذریعے یہ ایوانِ حکومت کو اسلامی قوانین فی الفور نافذ کرنے کا مطالبہ بھی کر چکا ہے۔ تمام اسلامی ممالک کے فیصلوں کی روشنی میں یہ ایوان حکومت کو

---

[34] خان، مقدمہ کشمیر، 16۔

[35] عثمانی و سمیع الحق، قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف، 206۔

[36] شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت (لاہور: مکتبہ چٹان، س ن)، 204۔

[37] کاشمیری، تحریک ختم نبوت، 206۔

ان اقدامت کو بروئے کار لانے کی سفارش کرتا ہے کہ: مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے؛ آزاد کشمیر میں مقیم مرزائیوں کو رجسٹر کیا جائے اور اقلیت کی بنیاد پر ہر سطح پر نمائندگی دی جائے؛ آزاد کشمیر میں مرزائیت کی تبلیغ کو قانونا جرم قرار دیا جائے۔[38]

## آزاد کشمیر اسمبلی کی قرار داد کے اثرات

آزاد کشمیر اسمبلی کی اس قرار داد سے پہلی بار سرکاری سطح پر یہ معلوم ہوا کہ قادیانیت اسلام کا فرقہ نہیں بلکہ الگ مذہب ہے اور قادیانی بلکل علیحدہ امت ہیں۔ ان کے نزدیک باقی سب لوگ غیر مسلم اور کافر ہیں۔ اس زمانے میں قادیانی جماعت کا ملک کے اندر اور باہر اتنا اثرورسوخ تھا کہ سرکاری سطح پر ان کے غیر مسلم ہونے کی بات کرنا ہلاکت کو دعوت دینا تھا۔[39] جس وقت یہ قرارداد پاس ہوئی تو کئی مسلمان ممالک کے سفیروں نے اظہار کیا کہ ان کے ملک میں عوام اور حکومت کو پہلی مرتبہ اس قرارداد کے باعث معلوم ہوا کہ قادیانی مسلمانوں کا فرقہ نہیں، بلکہ ایک علیحدہ امت ہیں۔ اس وقت پاکستان کے بعض حلقوں میں یہ بات بھی گردش کر رہی تھی کہ قادیانی جماعت کے خلیفہ مرزا ناصر ملک کے آئندہ صدر ہوں گے۔[40] پہلی بار آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیت کے الگ مذہب ہونے سے متعلق قرارداد پیش کرنے پر مسلم کانفرنس اور سردار عبدالقیوم خان کی حکومت کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ انھیں حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔[41]

## قانون سازی میں رکاوٹ

یہ قرارداد منظور تو ہو گئی لیکن مخالف قوتوں نے قانون سازی میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں۔ ایک سال کے بعد پاکستان میں تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں 7 ستمبر 1974ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا لیکن اس قرارداد کے مطابق آزاد کشمیر میں قانون سازی نہ ہو سکی، جس کی وجہ سے قادیانی آزاد کشمیر میں اپنی سرگرمیاں کھلے عام جاری رکھے ہوئے تھے۔ 1984ء میں حکومت پاکستان نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا، جس کی روشنی میں آزاد کشمیر میں نافذ العمل قانون پینل کوڈ (1860ء) میں ایک نئی دفعہ C 295 کا اضافہ عمل میں لایا گیا، جس کے مطابق قادیانی احمدی لاہوری گروپ کا کوئی بھی ایسا فرد جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے آپ کو مسلمان کہلوائے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا نظریات کی ترویج جیسی سرگرمیوں میں مصروف پایا جائے، جن سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہوں، کو تحت قانون فوجداری مقدمہ کے اندراج کی صورت میں زیر مواخذہ لایا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ آزاد کشمیر

---

[38] مصدقہ نقل قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی، مظفرآباد، آزاد کشمیر

[39] سردار عبدالقیوم خان، کشمیر بنے گا پاکستان (لاہور: الفاروق بک فاونڈیشن، 1989)، 369۔

[40] خان، کشمیر بنے گا پاکستان، 370-371۔

[41] الفرقان خصوصی نمبر 48۔

کی مذکورہ متفقہ منظور شدہ قرارداد اور 1984ء کے منظور شدہ امتناع قادیانیت آرڈیننس پر آزاد کشمیر میں عملدرآمد نہ ہونے کی صورت میں قادیانی کھلے عام اپنی عبادت گاہوں کو مسجد قرار دینے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں بھی کھلے عام تحریف کے بھی مرتکب ہو رہے تھے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت اشتعال پایا جاتا تھا۔ نیز قادیانیوں سے متعلق آئین پاکستان کی دفعہ نمبر ۲۶۰ کی شق نمبر ۳ جز الف اور ب میں جہاں قادیانی اور مسلم کا امتیاز کیا گیا ہے، وہ آزاد کشمیر کے آئین میں موجود نہ تھیں۔ اسی طرح آئین پاکستان کی دفعہ نمبر ۴۲ میں صدر مملکت پاکستان کے لئے اور دفعہ نمبر ۹۱ کی ذیلی شق نمبر ۴ میں وزیر اعظم کے لئے حلف نامہ موجود ہے، جس میں وہ اقرار کرتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یہ حلف نامہ آزاد کشمیر کے آئین میں موجود نہ تھا۔

### عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر کی جدوجہد

متذکرہ آئین پاکستان کی دفعات کو آزاد کشمیر کے آئین میں شامل کرانے کے لئے مختلف مراحل پر وہاں کی دینی و سیاسی قیادت نے کوشش جاری رکھی ہے۔ 2009ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر خواجہ خان محمد کی تجویز پر آزاد کشمیر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخ قائم کی گئی۔ آزاد کشمیر کے بزرگ عالم دین مولانا محمد الیاس چناری کو امیر جبکہ قاضی محمود الحسن اشرف کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے عمائدین نے جمعیت علماء اسلام کشمیر، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ، سواد اعظم اہل سنت والجماعت اور جمعیت اہل حدیث کی طرف سے 12 دسمبر 2014ء کو حکومت سے مذاکرات کئے اور ایک یاداشت بھی پیش کی گئی جس میں تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں قانون سازی کی استدعا کی گئی۔ الیکشن سے قبل آل جموں وکشمیر جمعیت علما اسلام نے مسلم لیگ ن سے انتخابی معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کی شک نمبر 2 ختم نبوت بل پر اسمبلی میں قانون سازی کرانے سے متعلق تھی۔ الیکشن میں کامیابی کے بعد راجہ محمد فاروق حیدر کی قیادت میں مسلم لیگ ن کی حکومت نے ختم نبوت بل کو باقاعدہ آئین کا حصہ بنانے کا فیصلہ کیا۔

### راجہ صدیق خان کی قرارداد

اس سلسلہ میں پہلی قرارداد راجہ محمد صدیق نے 24 فروری 2017ء کو پیش کی۔ قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ آزاد ریاست جموں وکشمیر میں عقیدہ ختم نبوت ناموس رسالت ﷺ، ناموس صحابہ واہل بیت رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے حوالہ سے 1973ء کی قرارداد نیز پاکستان کی قومی اسمبلی میں منظور شدہ آئینی ترمیم کو من وعن آزاد ریاست جموں وکشمیر کے عبوری ایکٹ 1974ء کا حصہ بنایا اور دفعہ 295 سی پر اس کی روح کے مطابق عمل کا مطالبہ کیا جائے اور آئے روز سوشل میڈیا سمیت مختلف طبقات کی طرف سے توہین رسالت کے واقعات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مؤثر کاروائی کا مطالبہ کیا گیا۔[42] یہ قرارداد 26 اپریل 2017 کو منظور ہوئی۔

### پیر رضا بخاری کی قرارداد

---

[42] مصدقہ نقل قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی، مظفر آباد، آزاد کشمیر۔

دوسری قرارداد 26 اپریل 2017ء کو پیش کی گئی یہ قرارداد پیر رضا علی بخاری نے پیش کی جو اسی روز منظور ہوئی اس قرارداد کا متن کچھ یوں ہے: یہ معزز ایوان مرزائیوں (قادیانیوں اور لاہوری گروپ یا کوئی بھی دیگر مذہب وغیرہ) جو رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے حوالہ سے یقین نہیں رکھتا/رکھنے کو قطعی غیر مسلم قرار تو عبوری آئین تحت ایکٹ 1974ء میں دیا جا چکا ہے، لیکن ایسے مسلمان جو ایسے کسی بھی فرقہ کے پیروکار بننے کو مرتد بھی قرار دیا جانا احسن اقدام ہو گا اور اس حوالے سے وہ جس تعزیری کاروائی کے متقاضی ہوں تحت ضابطہ و قانون ان کے خلاف مؤثر کاروائی بھی عمل میں لائی جائے۔ یہ خطہ آزاد جموں جموں وکشمیر میں مقیم اور شہریت کے حامل مرزائیوں (قادیانیوں اور لاہوری گروپ) کے پیروکاروں کو بطور غیر مسلم رجسٹرڈ بھی کیا جائے اور باقاعدہ بمطابق بھی نیشنل رجسٹریشن ایکٹ 1973ء بعد از جدید ترمیم ریکارڈ بھی مرتب کیا جائے اور ان کے شناختی کارڈ میں ان کے غیر مسلم ہونے کے بارے میں باقاعدہ اندراج بھی کیا جائے، تاکہ شناخت ہو پائیں اور کسی بھی قسم کی غلط بیانی پر مبنی انفارمیشن دینے پر اس کے تحت ایسے فرد یا افراد کے خلاف ضابطہ فوجداری کی کاروائی بھی عمل میں لائی جائے، یعنی غیر مسلم ہوتے ہوئے خود کو مسلم ظاہر کرنے اور درج کرنے پر تعزیری کاروائی تحت ضابطہ عمل میں لائی جائے۔ یہ ایوان ریاست میں مرزائیت کی غیر اسلامی سرگرمیاں جو عقیدہ ختم نبوت محمدی ﷺ کے خلاف ہو پر مکمل ممانعت عائد کی جائے۔ انھیں ان کی عبادت گاہ کو مسجد کہنے تحریر کرنے اور اذان دینے سے بھی باز وممنوع کر دیا جائے اور مرزائیت/قادیانیت کے مبلغین پر کڑی نگاہ رکھے جانے کے بارے میں انتظامیہ کو پابند کیا جائے اور جہاں ضروری ہو تحت ضابطہ ان کے خلاف کاروائی بھی عمل میں لائی جائے، جس کے لیے متعلقہ تھانوں کو پابند کیا جانا ہو گا اور ہر تھانہ کو ان کی نقل وحمل اور تبلیغ کے معاملہ پر کڑی نگاہ رکھنے کے بارے میں واضح احکامات جاری کیے جانے ہوں گے تاکہ یہ درپردہ مسلمانوں کو دھوکے اور لالچ وغیرہ سے ورغلانے میں کامیاب نہ ہو پائیں۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء کو اس کی تمام تر تاوقت ترامیم اس کی اصل روح کے ساتھ خطہ آزاد جموں وکشمیر میں مکمل نافذ و رائج کیے جانے کو یقینی بنایا جائے، علاوہ ازیں اس ضمن میں مزید بھی جو قوانین پابندی عائد کرتے ہوں، کا اطلاق از خود عمل میں لائے جانے کے بارے میں مستقل ہدایات کا جاری کیا جانا بھی لازمی قرار دیا جائے، البتہ ان کے حق میں کوئی بھی رعایت از خود رائج نہ ہو گی، جب تک کے آزاد جموں وکشمیر اسمبلی اسے بذریعہ منظوری تحت ضابطہ Endorse نہ کرے۔[43] یہ ایوان سوشل میڈیا پر توہین رسالت کی جسارت اور اسلام دشمن قوتوں کی سازش کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ سوشل میڈیا پر توہین رسالت کے حوالے سے کاروائی کے بارے میں حکومت پاکستان اور اعلیٰ عدلیہ پاکستان سے جو ہدایات جاری ہوئی ہیں اور اس تناظر میں جو کاروائیاں پاکستان میں ہوئی ہیں اور آئندہ ہوں گی کو من وعن خطہ آزاد جموں وکشمیر میں بھی موثر طور پر نافذ کیا جانا درکار ہے۔(26-4-2017)

---

[43] مصدقہ نقل قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی، مظفرآباد، آزاد کشمیر

## صاحبزادہ عتیق الرحمٰن کی قراداد

ایک قرار داد جناب صاحبزادہ عتیق الرحمٰن ایم ایل اے نے پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا قادیانی جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ انھیں اپنے عقائد کی تشہیر اور ترویج کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

## قرار داد پارلیمانی کمیٹی کا قیام

ان قرار دادوں کی روشنی میں 12-12-2017 کو قرارداد کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا 18 جنوری 2018ء کو یہ معاملہ کابینہ میں پیش کیا گیا. کابینہ نے عبوری آئین 1974 ء میں بارھویں آئینی ترمیم پیش کرنے کی منظوری دی، جس کے سر براہ وزیر قانون راجہ نثار احمد خان تھے۔ کمیٹی نے اپنا پہلا اجلاس منعقد کیا، جس کے بعد علمائے کرام سے مشاورت کا بھی اہتمام کیا گیا، جس میں آل جموں وکشمیر جمیعت علمائے اسلام کی تحریک پر ممبر قانون ساز اسمبلی ورکن کمیٹی راجہ محمد صدیق خان نے 22 جنوری 2018 ء کو وزیر قانون انصاف و پارلیمانی امور (چیئر مین کمیٹی) کو بذریعہ مکتوب بعنوان "آزاد کشمیر میں عبوری آئین میں عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت ﷺ کی بابت ترمیم کے لیے مسودہ کی اردو زبان میں تیاری وغیرہ" جس میں دیگر امور کے علاوہ تمام مکاتب کے فکر علمائے کرام کی مشاورت کی تجویز کے ساتھ ساتھ پاکستان میں نافذ آئین کی تمام شقیں من وعن شامل کرنے کی تجویز دی گئ۔ کمیٹی نے بل 02-02-2018 کو جمعہ کے دن اسمبلی میں پیش کیا۔

## 12 ویں آئینی ترمیم اور مسلم قادیانی کی تعریف

راجہ محمد صدیق خان کی تجویز اور وزیر قانون کی تحریک پر 3 فروری 2018 کو وزیر اعظم ہاؤس میں وزیر اعظم آزاد کشمیر کی صدارت میں کابینہ کمیٹی اور تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور دینی جماعتوں کے سر براہان نے شرکت کی اور اتفاق رائے سے آزاد کشمیر کے آئین میں عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے آئینی شقوں کو بارھویں آئینی ترمیم کا حصہ بنانے پر اتفاق کیا گیا۔ اسمبلی سے منظور شدہ اس ترمیم کو 6 فروری 2018 کو آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی اور کشمیر کونسل کے مشترکہ اجلاس میں آزاد جموں وکشمیر کے عبوری آئین میں بارھویں آئینی ترمیم بذریعہ ترمیمی بل متفقہ طور پر منظور کرکے آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ اس قرار داد کے مطابق محکمہ انصاف وقانون، پارلیمانی اورانسانی حقوق نے 16 فروری 2018 کو نوٹیفیکیشن نمبر-Legis.Act/812/ 27/2018 جاری کیا۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جامع انداز میں کی گئ:

**Short title and commencement:** This act may be called the Azad Jammu and Kashmir Interim Constitution (Twelfth Amendment) Act, 2018. It shall come into force at once.

**Amendment of Section 2 (Act VIII of 1974) :** In the Azad Jammu Kashmir Interim Constitution Act, 1974(Act VIII of 1974) in Section 2.In subsection

(1), for the definition of the term "Muslim" following shall be substituted: Muslim means a person, who believes in the unity and oneness of Almighty Allah, in the absolute and unqualified finality of the prophet hood of Muhammad ( peace be upon him), the last of the Prophets, and does not believe in , or claims to be a prophet, in any sense of the word or of any description whatsoever, after Muhammad ( peace be upon him),After the definition of the term "Muslim" as substituted above, following new term ' Non- Muslim' shall be inserted._Non- Muslim' means a person who is not a Muslim and includes a person belonging to the Christian, Jew, Hindu, Sikh, Budhist or Parsi community, a person of the *Qādiānī* group or the *Lāhorī* group (who call themselves ' Ahmadis' or by any other name) or a *Bahāī*, or any person who does not fulfill the requirements of a Muslim.

## خلاصہ بحث

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے دعوی نبوت کے بعد برصغیر کے مختلف مسالک کے علماو مشائخ نے قادیانیت کا شرعی محاکمہ کیا۔ ان کے سیاسی کردار کا شاذ ہی نوٹس لیا گیا۔ 1931ء میں کشمیری مسلمانوں نے آزادی کی تحریک شروع کی تو برصغیر کے سیاسی رہنماوں نے ان کی مدد کے لیے آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی۔ بد قسمتی سے اس کمیٹی کے صدر قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود منتخب ہوگئے۔ مرزا صاحب نے کمیٹی کو اپنی جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مجلس احرار اسلام اور علامہ اقبال نے قادیانیت کے سیاسی کردار کا بغور جائزہ لیا اور اقبال نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی مذہبی حیثیت کے بارے میں مختلف مکاتب فکر نے 1953ء میں جدوجہد کا آغاز کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ انھیں آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا جائے۔ سب سے پہلے آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد 29 اپریل 1973ء کو منظور کی۔ پاکستان میں 7 ستمبر 1974 کو منتخب پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ قادیانی جماعت نے اس فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں آئینی فیصلے پر عمل درآمد کے لیے حکومت پاکستان نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا، جس کی رو سے قادیانیوں کو اسلام کا نام اور اسلامی علامات کو استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ تمام عدالتوں بشمول وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ آف پاکستان نے 1993ء میں واضح فیصلوں میں قادیانیت کو اسلام سے قطعی طور پر الگ مذہب قرار دے دیا۔ بد قسمتی سے آزاد کشمیر میں 1973ء کی منظور شدہ قرارداد کے مطابق قانون سازی نہ ہو سکی۔ آزاد کشمیر کے علما اور سیاسی قائدین کی مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں 6 فروری 2018 کو راجہ فاروق حیدر کی حکومت نے بارھویں آئینی ترمیم منظور کی جس کی رو سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔